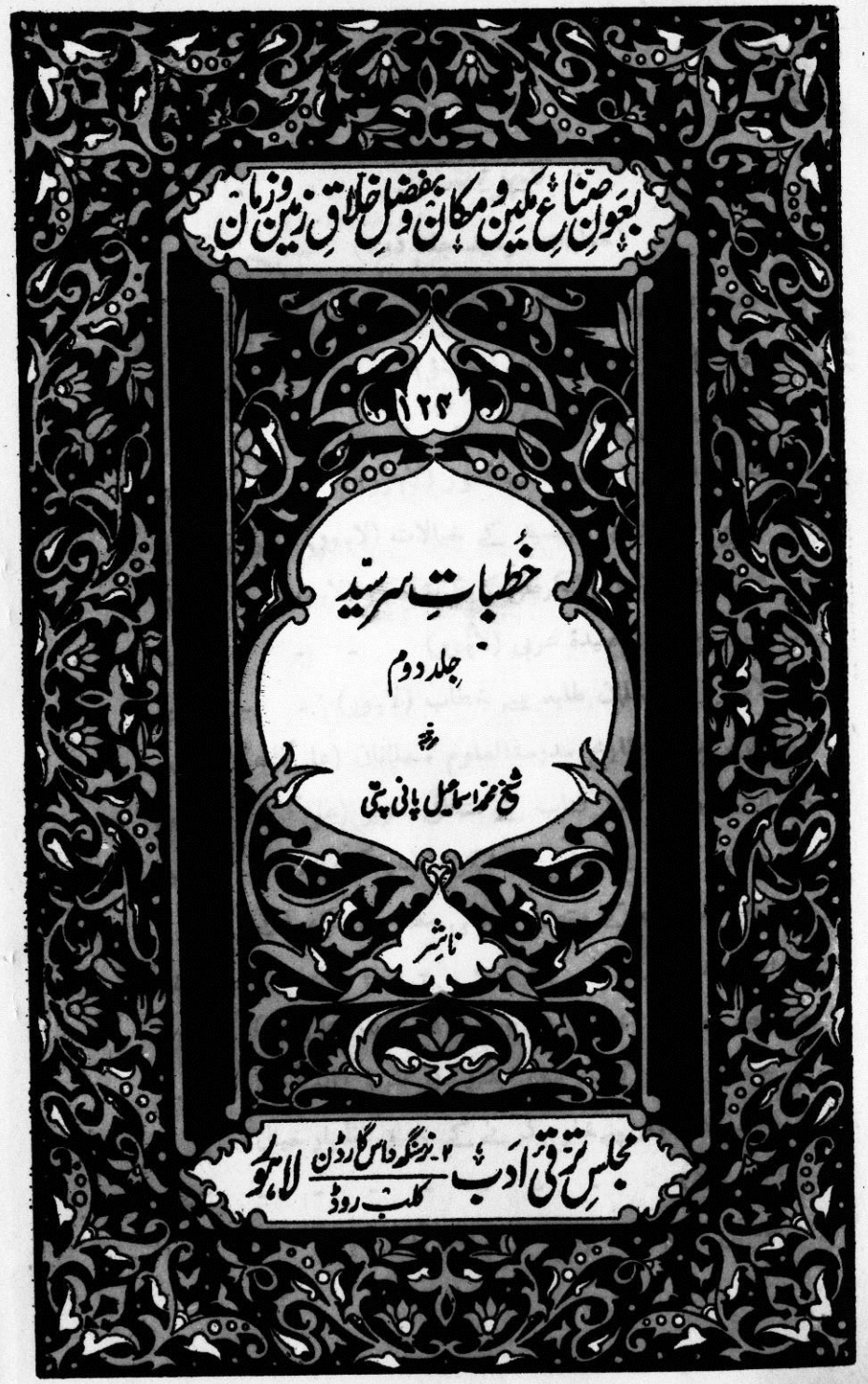

خطبات سرسید جلد دوم

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول : جون ۱۹۷۳ع

تعداد : ۱۱۰۰

ناشر : پروفیسر حمید احمد خاں
ناظمِ مجلسِ ترقیِ ادب ، لاہور

طابع : محمد زرین خاں

مطبع : زرین آرٹ پریس
۶۱ - ریلوے روڈ ، لاہور

سرورق وغیرہ : مطبعِ عالیہ ، ۱۲۰ ٹمپل روڈ ، لاہور

قیمت : سولہ روپے

آنی ، کہ اس ضلعے میں مقاصدِ کانگریس کی اس سال کیا تعمیل ہوئی اور کس طرح پر ہوئی ؟ نہایت ضروری و مناسب ہے - اور میں اُن احباب سے اور انجمنوں سے درخواست کروں گا کہ از راہ مہربانی و قومی ہمدردی کے آئندہ سال کے اجلاس میں مراتبِ مذکورہ سے آگاہ فرماویں - محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کو قائم ہوئے صرف ایک ہی سال ہوا ہے اور امید ہے کہ ہر سال اُس کے مقاصد کا چرچا ملک میں پھیلتا جاوے گا اور لوگوں کو توجہ ہوتی جاوے گی - اور ہر شخص قوم کا بہی خواہ اُس کے مقاصد کی تکمیل پر توجہ کرے گا -

واللہ المستعان

☆ ☆ ☆

۶۰- پولیٹکل امور اور مسلمان

(۲۸ دسمبر ۱۸۸۷ع ، بمقام لکھنؤ)

جب سرسید محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کے دوسرے جلسۂ سالانہ میں لکھنؤ گئے تو وہاں ایک پبلک جلسے میں معززینِ شہر کی خواہش پر آپ نے غالباً پہلی مرتبہ اپنے سیاسی خیالات کا اظہار کیا اور بتایا کہ ہماری قوم کو پولیٹکل امور کی نسبت کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے - یہ تقریر اُس وقت ''انڈین نیشنل کانگریس پر سرسید کا لیکچر'' کے عنوان سے محمد رحمت اللہ رعد کانپوری نے اپنے نامی پریس میں چھاپ کر علیحدہ طور سے شائع کی تھی -

(محمد اسماعیل)

جناب پریسیڈنٹ صاحب و دیگر صاحبان و لیڈی صاحبان !

میری کبھی عادت پولیٹکل امور پر لیکچر دینے کی نہیں ہے اور نہ مجھے یاد ہے کہ میں نے کبھی پولیٹکل امور میں کوئی لیکچر دیا ہو - میری توجہ ہمیشہ اپنے بھائی مسلمانوں کی تعلیم کی طرف مائل رہی ہے اور اسی کو میں ہندوستان کے لیے اور قوم کے لیے بہت مفید سمجھتا ہوں - لیکن اس زمانے میں بعض حالات ایسے درپیش آئے ہیں ، جن کے سبب سے ضرور ہوا کہ اپنی رائے سے اپنے بھائیوں کو ، جس کو اُن کے حق میں مفید سمجھتا ہوں ، اطلاع دوں - اے صاحبو ! اس لیکچر کا مقصود صرف یہ ہے کہ ''ہم مسلمانوں کی

نسبت پولیٹکل امور سلطنت کے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے ؟ میں اس مضمون پر کوئی فلسفیانہ بحث نہیں کرنا چاہتا اور نہ اس مضمون میں آن اصولوں سے بحث کرنا چاہتا ہوں کہ جن کی نسبت سیاست مدن اور پولیٹکل اکانمی کی کتابوں میں بڑے بڑے لیکچر اور مضمون لکھے ہوئے ہیں ۔ اس وقت میرا مطلب صرف سیدھے سادے طور پر اپنے بھائیوں کو اپنی رائے کا بتانا ہے ۔ پسند کرنا یا نہ کرنا ہر شخص کے اختیار میں ہے ۔

جن سببوں سے آج میں اس مضمون پر لیکچر دینے کھڑا ہوا ہوں ، وہ یہ ہیں کہ ان دنوں ہندوستان میں نسبت گورنمنٹ کے پولیٹکل امور کے ایک قسم کی شورش بہت لوگوں میں پائی جاتی ہے ۔ مقصود میرا یہ کہنا ہوگا کہ آیا ایسے امور میں ہمارے بھائیوں کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے ۔ اس مضمون کو گو مسلمانوں سے تعلق ہے اور میرا خیال اور میرا ارادہ بھی مسلمانوں سے کہنے کا ہے ، لیکن میں یہ بھی بتاؤں گا کہ آیا ملک کے لیے اور تمام قوموں کے لیے ، جو ہندوستان میں رہتی ہیں ، وہ امور مفید ہیں یا غیر مفید ۔ اگر مفید خیال کرو تو سب کو پیروی کرنی چاہیے اور اگر ملک کے لیے یا قوم کے لیے مضر ثابت ہوں تو آن سے علیحدہ رہنا چاہیے ۔ قبل اس کے کہ یہ مضمون شروع ہو ، مجھ کو مختصر طور پر بیان کرنا مناسب ہے کہ ہماری گورنمنٹ ، جو اب قریب سو برس سے ہندوستان میں حکومت کر رہی ہے ، آس کا طرزِ حکومت کیا ہے ؟ اس کا طرزِ حکومت یہ ہے کہ جو امور پولیٹکل کے خارجی ہیں ، یعنی ریاست ہائے غیر سے ، خواہ فرانٹیر سے ، خواہ دیگر ممالک سے علاقہ رکھتے ہیں ، وہ اپنے ہاتھ میں گورنمنٹ نے رکھے ہیں ۔ اسی طرح پر جتنے امور جنگ کے ہیں یا فوج کے آراستہ کرنے کے ہیں یا کسی ملک

سے صلح یا جنگ کرنے کے ہیں ، وہ سب گورنمنٹ نے اپنے ہاتھ میں رکھے ہیں ۔ مجھ کو امید ہے کہ ہم لوگ جو بطور رعایا کے رہتے ہیں ، آن امور سے جن کو گورنمنٹ نے علیحدہ رکھا ہے یا اپنے ہاتھ میں رکھا ہے ، ہم کو کچھ زیادہ سروکار نہیں ہے ۔ اگر کوئی ملک گورنمنٹ فتح کرے ، برہما لے لے ، افغانستان سے لڑے ، آس سے صلح کرے ، ان سے ہم لوگ جو ملک کے باشندے ہیں ، کچھ سروکار نہیں رکھتے ۔ جن امور کو گورنمنٹ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے ، آن سے رعایا کو کوئی مضرّت یا اندیشہ نہیں ہے ۔ باقی امور متعلق اندرونی انتظام ملک کے ہیں جن سے ہمارا تعلق ہے ۔ دیکھنا چاہیے کہ آن میں گورنمنٹ نے کیا طریقہ اختیار کیا ہے ۔ گورنمنٹ نے ایک کونسل بنا رکھی ہے جو قانون بناتی ہے اور جس کا اثر ملک پر اور رعایا کے جان ، مال اور آسائش پر پڑتا ہے ۔ اس کونسل میں چند ممبر تنخواہدار ہیں ۔ علاوہ ان کے ہر صوبے سے ، جو گورنمنٹ کی دانست میں نہایت ہوشیار اہل کار گورنمنٹ کے ہیں ، مثلاً کمشنر یا اور کوئی واقف کار حالِ صوبہ ، جس نے مدت تک وہاں زندگی بسر کی ہے ؛ عدالت کے کام ، فوجداری ، کلکٹری کے کام سے اور اس ملک اور اس ملک کے حال سے واقف ہے ، ہر صوبے سے بلاتی ہے ۔ پنجاب سے ، اودھ سے ، شمال و مغرب سے ، مدراس و بمبئی سے ۔ اور آن کو مشورہ میں شریک کرتی ہے ۔ گورنمنٹ ہندوستانی رئیسوں میں سے جن کو وہ آس کرسی پر بیٹھنے کے قابل اور باعتبار عزت کے مناسب سمجھتی ہے ، ان کو بھی بلاتی ہے ۔ شاید اس بات پر لوگوں کو شبہ ہوا ہوگا کہ باعتبار عزت کے کیوں بلاتی ہے ؟ باعتبار لیاقت کے کیوں نہیں بلاتی ؟ اس کی بابت اے حضرات ! میں کچھ بیان کروں گا ۔ مگر نہایت افسوس کی بات ہے کہ ہم یہ کہیں ،

اور اگر میں کہوں تو میرے دوست مجھ کو معاف کریں کہ ہمارے رئیس اس کُرسی پر بیٹھنے کے لائق نہیں ۔ افسوس ہے کہ میں بھی اِس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ لائق نہیں ۔ مگر گورنمنٹ کو اس باب میں جو نہایت مجبوری ہے اور جس سبب سے اس معاملے میں وہ عاجز ہو گئی ہے ، اُس سے قطع نظر نہیں کرنی چاہیے ۔ آپ خیال کریں کہ وائسرائے کے ساتھ کونسل میں بیٹھنے کے لیے واجبات سے ہے کہ ایک معزّز شخص ملک کے معزّز شخصوں میں سے ہو ۔ کیا ہمارے ملک کے رئیس اس کو پسند کریں گے کہ ادنٰی قوم یا ادنٰی درجے کا آدمی ، خواہ اس نے بی ۔ اے کی ڈگری لی ہو یا ایم ۔ اے کی ، اور گو وہ لائق بھی ہو ، اُن پر بیٹھ کر حکومت کرے ۔ اُن کے مال ، جائیداد اور عزت پر حاکم ہو ؟ کبھی نہیں ۔ کوئی ایک بھی پسند نہیں کرے گا (چیئرز) ۔ گورنمنٹ کی کونسل کی کرسی نہایت معزّز ہے ۔ گورنمنٹ مجبور ہے کہ سوائے معزّز کے کسی کو نہیں بٹھا سکتی ۔ اور نہ وائسرائے اُس کو ''مائی کلیگ یا ''مائی آنریبل کلیگ'' یعنی برادر یا معزز صاحب کہہ سکتا ہے ۔ نہ شاہانہ ڈنروں میں اور نہ شہنشاہی جلسوں میں ، جہاں ڈیوک اور ارل اور بڑے بڑے معزّزین شامل ہوتے ہیں ، بلایا جا سکتا ہے ۔ غرض کہ گورنمنٹ پر یہ الزام کسی طرح عائد نہیں ہو سکتا کہ رئیسوں کو کیوں منتخب کرتی ہے ۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے رئیس ایسے ہیں کہ کونسل میں کوئی کارروائی مفید ہندوستان کے لیے نہیں کر سکتے ۔ اس کے بعد گورنمنٹ میں مسودے کے طور پر قانون پیش ہوتا ہے ۔ مختلف اضلاع کے حکام اُس پر رپورٹیں پیش کرتے ہیں اور ضرورت بتلاتے ہیں کہ ملک کے لیے فلاں امر کی ضرورت ہے ۔ گورنمنٹ امورِ مشتبہ میں کمیشن مقرر کرتی ہے کہ جا بجا جا کر حال دریافت

کر کے کیفیّت مرتّب کریں کہ دراصل انتظام کے لیے اُس کی ضرورت ہے یا نہیں ۔ وہ سب کارروائی کونسل میں پیش ہوتی ہے اور نہایت مباحثہ ہوتا ہے اور ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ آج ہماری ایجوکیشنل کانگریس میں تیسرے رزولیوشن پر ہوا بلکہ اس سے بھی زیادہ (چیئرز) ۔ مجھے اُمید ہے کہ اس جلسے میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جنھوں نے اجلاس کونسل کا تماشہ دیکھا ہے ۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ تمام ممبر جن کی رائے میں جو امر ملک کے لیے بہتر ہوتا ہے ، وہ نہایت زور اور گرم جوشی سے بلا لحاظ وائسرائے کے کہ کون ہے اور اُس کرسی پر وائسرائے ہے یا سفید پتھر کی مورت ، اور بلا لحاظ دوسرے ممبر کی مخالفت یا موافقت کے ، جو رائے میں آتا ہے ، نہایت عمدگی اور نیک نیتی اور خیر خواہی سے گفتگو کرتے ہیں اور رائے دیتے ہیں ۔ اس پر بھی گورنمنٹ نے بس نہیں کیا ۔ اور قبل اس کے کہ کوئی قانون پاس ہو ، اُس کو اخباروں میں شائع کر دیتی ہے ۔ جتنی کمیٹیاں موجود ہیں اور جو ملک کے وکیل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ، اُن کو آزادی ہے کہ جو چاہیں لکھیں ۔ کمیٹیوں اور سوسائٹیوں کو آزادی ہے کہ میموریل جس مضمون کا چاہیں ، گورنمنٹ میں بھیجیں ۔ مجھ کو بھی یہ عزت حاصل ہوئی ہے کہ میں کونسل میں تھا (چیئرز) ۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ کوئی قانون ایسا مجھے یاد نہیں ہے کہ کونسل میں پیش ہوا ہو اور دس بیس پچیس میموریل اُس کی نسبت نہ آئے ہوں ۔ اُس کے بعد گورنمنٹ سیلیکٹ کمیٹی مقرر کرتی ہے اور اس پر غور ہوتا ہے اور نہایت عمدگی سے مباحثہ ہوتا ہے ۔ اور تمام میموریل ایک ایک لفظ پڑھے جاتے ہیں ۔ اور بہت سا وقت کمیٹی کا اُن کے سننے اور پڑھنے میں ضائع ہوتا ہے ۔ اور آخر کو جب غور ہوتا ہے تو ہیچ ثابت ہوتے ہیں ۔ اُردو اخباروں

میں بھی جو کچھ چھپتا ہے ، اس کا خلاصہ لکھا جاتا ہے اور سلیکٹ کمیٹی کے ممبر اس پر غور کرتے ہیں ۔ اگرچہ میرے سامنے نہیں لیکن بعض دفعہ اُن میموریلوں کے ذریعے سے بعض دفعات ترمیم یا خارج ہوتی ہیں ۔ یہ کارروائی گورنمنٹ کی ہے ۔ اس کے بعد قانون پاس ہوتا ہے اور وہ سکریٹری آف اسٹیٹ کے پاس بھیجا جاتا ہے ۔ پھر وہاں کی کونسل میں وہ قانون پاس ہوتا ہے اور لائق لائق لوگ، جن میں اکثر ایسے ہیں کہ ایک مدت تک ہندوستان میں رہ کر اسسٹنٹی سے لفٹننٹ گورنری تک کام کر چکے ہوتے ہیں ، اُس پر غور کرتے ہیں ۔ اگر ان کے نزدیک ٹھیک ہوتا ہے تو باقی رہتا ہے ، ورنہ چار سطر کی چٹھی سے ، جو سکریٹری آف سٹیٹ لکھ کر بھیجتا ہے ، منسوخ ہو جاتا ہے ۔ لوگوں کو بلا شبہ قانون کی نسبت عذرات ہوتے ہوں گے اور بعض قانون میں غلطی بھی ہوتی ہوگی ۔ لیکن ایک بڑا حصہ اُن عذرات کا ، جہاں تک میرا تجربہ ہے ، ایسا ہوتا ہے کہ جنھوں نے وہ عذرات کیے ہیں ، اُن کو یا خود اس شخص کو ، جس نے اس قانون سے مخالفت کی ہے ، اگر وائسرائے کی کرسی پر بٹھا دیا جاوے تو وہ بھی وہی کرے گا جو گورنمنٹ نے کیا ہے ۔ بہت سے امور ایسے ہوتے ہیں کہ جزئیات پر نظر کرنے سے خراب معلوم ہوتے ہیں لیکن جب تمام مشکلات پر نظر کی جاتی ہے تو وہ رائے نہیں رہتی جو اپنے گھر میں بیٹھ کر قائم کی جاتی ہے ۔ بہرحال قانون میں کچھ نقص ہو یا نہ ہو ۔ مگر طریقہ بنانے کا ایسا ہے کہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ گورنمنٹ خود مختاری سے جو چاہتی ہے ، وہ کرتی ہے ۔ ہم رعایا کی رائے نہیں لیتی اور نہ ہی سنتی ہے ۔ جو لوگ عذر کرنا چاہتے ہیں اُن پر غور نہیں کرتی ۔ بلکہ اس بیان کے بعد میں کہہ سکتا ہوں کہ گورنمنٹ کوئی قانون نہیں جاری کرتی ، جب تک

رعایا اور اخباروں کی رائے نہیں سن لیتی ۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا حصہ قانون پر نہیں ہے ۔ بے شک ہے اور بلاشبہ ہے (چیئرز) ۔

اب ایک اور فرض گورنمنٹ کا ہے ۔ وہ فرض کیا ہے ؟ یہ ہے کہ اپنی حکومت اور اپنی سلطنت اُس حصۂ ملک میں ، جس میں سلطنت کرتی ہے ، قائم اور مضبوط رکھے ۔ مجھ کو یقین ہے کہ میرے دوستوں میں سے جو اِس وقت موجود ہیں ، اگر کوئی وائسرائے کر دیا جائے اور وہ اُسی طرح خیرخواہِ قیصرِ ہند ہو جیسا کہ وائسرائے ہے ، تو اس کا بھی پہلا فرض یہ ہوگا کہ سب سے مقدّم برٹش کی حکومت اور ملکۂ معظمہ قیصر ہند کی شہنشاہی اُسی طرح پر مضبوط اور قائم رکھے کہ کوئی اندرونی یا بیرونی یورش اُس کو نہ ہلا سکے (چیئرز) ۔ اگر میری ایسی قسمت ہو کہ میں وائسرائے ہو جاؤں (چیئرز) تو میں یقین دلاتا ہوں کہ اُسی طرح بلکہ نہایت مضبوط وائسرائے کے طور پر ملکۂ معظمہ کی حکومت ہندوستان میں قائم رکھوں (چیئرز) ۔ یہ اصول سلطنت کا ایسا ہے کہ کسی شخص کے ہاتھ میں سلطنت ہو ، خواہ ہندوستانی ہو یا انگریز اور ملکۂ معظمہ کی سلطنت اور حکومت قائم رکھنا اُس پر فرض ہو ، وہ ایسا ہی کرے گا ۔ سلطنت کے استحکام اور قائم رکھنے کے بعد گورنمنٹ کا کیا فرض ہے ؟ اس کا فرض یہ ہے کہ ملک میں امن و امان قائم رکھے ۔ جان کی ، مال کی ، حقوق کی حفاظت کرے اور تمام چیزوں کی آزادی دے ۔ اس کا فرض ہے کہ عدالتیں قائم کرے ۔ جرائم کی جدا ، دیوانی کی جدا اور جو تنازعے رعایا کے باہم ہوں ، وہ انصاف اور عدالت سے فیصلہ کرے ۔ آپ سب صاحب عذر کریں گے کہ گورنمنٹ نے حتی المقدور یہ سب کام کیا اور کوئی شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا ۔ بعض لوگ ہیں جن کا خیال یہ ہے کہ گورنمنٹ نے کثرت سے قانون جاری کیے

ہیں اور آن سے مقدّمات میں پیچیدگیاں پڑتی ہیں ، اور گورنمنٹ کے قانون سے زمیندار اور کاشت کار میں تنازع پیدا ہوتی ہے - لیکن یہ رائے انھی لوگوں کی ہے جو اپنے گھر میں بیٹھے ہیں - اگر کونسل کی کرسی پر بیٹھیں تو یہ رائے قائم نہ رہے - قوانین کا کثرت سے جاری ہونا رعایا اور ملک کی حالت پر منحصر ہے - ملک میں ہر قسم کی تجارت اور کمپنیاں جاری ہیں اور روز بروز جاری ہوتی جاتی ہیں ، مختلف قسم کے حقوق جن کو پہلے کوئی جانتا بھی نہ تھا ، پیدا ہوگئے ہیں اور پیدا ہوتے جاتے ہیں - اور اگر ان کے لیے فقہ پر رجوع کریں تو اس کے صریح احکام کہیں نہ ملیں گے ، بلکہ قیاس کی حاجت پڑے گی - پس جب ملک اس قدر تبدیل ہوتا جاتا ہے تو نہایت مجبوری ہے کہ جو چیز پیش آئے آس کے مطابق قانون بنایا جاوے - گورنمنٹ کی خواہش نہیں ہے کہ قانون کثرت سے جاری ہوں - لیکن ملک کے معاملات میں جب پیچیدگیاں پڑ گئی ہیں اور آس کی حالت تبدیل ہو گئی ہے تو وہ تبدیل شدہ حالت خود کثرت سے قوانین کا جاری ہونا چاہتی ہے - ان سب امور پر خیال کرکے میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت کوئی غرض ملک کی ایسی نہیں ہے کہ گورنمنٹ تک نہ پہنچے - کوئی امر اس کا مانع نہیں ہے کہ ہم اپنے مطالب بیان نہ کر سکیں یا اپنی داد رسی نہ حاصل کر سکیں - پس جو آسائش ہم کو ایک گورنمنٹ میں ہونی چاہیے ، وہ برٹش گورنمنٹ میں حاصل ہے (چیئرز) - اِس وقت جو امور در پیش ہیں وہ ایک کانگرس ہے جس نے بہت سی درخواستیں گورنمنٹ میں کی ہیں - آن درخواستوں کو اگر تفصیل سے بیان کیا جاوے تو اس کے لیے بہت سا وقت چاہیے - کیوں کہ جہاں تک مجھ کو معلوم ہے آن کی تعداد ۴۹ ہے - لیکن جو ان میں مقدّم ہیں وہ یہ ہیں ؟ سب سے اول بڑی شورش یہ ہے

کہ جس وقت کمپنی کی عمل داری گئی اور ملکۂ معظمہ کے ہاتھ میں آئی ، آس وقت پارلیمنٹ سے ایک قانون پاس ہوا جس میں یہ لکھا ہے کہ ”تمام رعایا ، خواہ گورا ہو یا کالا ، خواہ یورپین ہو یا کوئی ، سب مساوی ہیں اور عہدے پانے کے مستحق ہیں -“ اس کے بعد ملکۂ معظمہ کا ایک اشتہار اسی وعدے کا جاری ہوا اور دوبارہ وعدہ مستحکم کیا گیا اور پختہ اقرار کیا گیا - ہم کو دیکھنا چاہیے کہ جو قانون اور قاعدہ سول عہدوں کے لیے بنایا گیا ہے ، آن قواعد سے ہم کو کچھ استثنا کیا ہے ؟ ہم کو کسی عہدے سے خارج رکھا ہے ؟ بشرطیکہ لائق ہوں ؟ کوئی نشان نہیں دے سکتا کہ کسی چیز میں تفرقہ کسی عہدہ کے استحقاق کی نسبت کیا گیا ہو - البتہ ان عہدوں کے لیے جو کونینٹڈ یعنی متعہد کہلاتے ہیں ، ایک خاص طریقہ قرار دیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ لوگ ان عہدوں پر مقرر ہوں گے جو ولایت میں امتحان دیں گے اور وہ نہ ہوں گے جنھوں نے ولایت میں امتحان نہ دیا ہو - اس امر کی نسبت شاید ہر شخص خیال کرتا ہوگا کہ یہ قید لگانی کہ ولایت ہی میں امتحان ہو ، درست نہیں ہے ، اور سب سے پہلا جو اعتراض حال کی شورش کا ہے وہ یہی ہے کہ جو امتحان ولایت میں ہوتا ہے وہ موقوف ہو اور ہندوستان میں اس کی جگہ امتحان ہو - علاوہ اس کے آن کونینٹڈ یعنی غیرمتعہد عہدوں کی نسبت یہ خواہش کی جاتی ہے کہ وہ کل عہدے کمپیٹیشن یعنی مقابلے کے امتحان سے دیے جاویں - اس درخواست کا یہ نتیجہ ہے کہ جو عہدے تحصیل‌داری سے اوپر ہیں اور سب آرڈینیٹ کہلاتے ہیں - یعنی سب ججی اور منصفی ، ڈپٹی کلکٹری اور اکسٹرا اسسٹنٹی وغیرہ ، وہ بھی بذریعہ امتحان مقابلے کے ملیں ، اور جو امتحان میں غالب آوے آسی کو ملیں - ہندوستان میں جو ان عہدوں کے

لیے امتحان جاری ہیں اور امتحان پاس کرنے پر کسی عہدے پر مقرر ہونے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے، اس کی نسبت بھی یہی خواہش ہے کہ عام مقابلے کا امتحان ہو اور کامیاب کو یعنی اس کو جو سب سے بڑھ کر نکلے، عہدہ ملے۔

اِس وقت اِس امر پر بحث کرنے کی میں ضرورت نہیں سمجھتا کہ لنڈن میں امتحان ہونے کی قید کیوں لگائی ہے اور اس کے اٹھا دینے میں ملک کا کیا نقصان ہوگا۔ لیکن ان تجویزوں سے جو بڑا نقصان ان کے ملک کا متصور ہے، اُس پر گفتگو کروں گا۔ میں اس بیان میں اپنی قوم کی طرف داری کرنی نہیں چاہتا بلکہ انصافاً بتلاتا ہوں کہ مقابلے کا امتحان، خواہ سول سروس کے لیے ہو یا سب آرڈینیٹ عہدوں کے لیے ہو، آیا ان امتحانوں کے لیے ہمارا ملک موزوں اور مناسب ہے کہ نہیں؟ میں اپنے ہندوستانی عہدے داروں کی نہایت قدر اور تعظیم کرتا ہوں اور یقیناً جانتا ہوں کہ جتنے عہدہ دار اِس وقت ہیں، نہایت ایمان‌داری، لیاقت اور خوبی سے اپنا کام انجام دیتے ہیں۔ لیکن کسی عہدے دار کو ایسا نہیں سمجھتا کہ وہ ہندوستان کے عہدوں کے لائق نہیں۔ مگر غور کیجیے کہ مقابلے کے امتحان کا اصول جو ولایت میں ہے اُس کا نتیجہ کیا ہے؟ یہ امر آپ کو ظاہر ہے کہ ولایت میں ہر شخص اعلیٰ اور ادنیٰ، ڈیوک اور ارل یا کسی جنٹلمین و شریف خاندان کا بیٹا اور ایک درزی یا اور کسی ادنیٰ درجے کے خاندان کا بیٹا برابر امتحان دے سکتا ہے۔ جو یورپین ولایت سے کمپیٹیشن کا امتحان دے کر آتے ہیں، ادنیٰ خاندان کے بھی ہوتے ہیں اور اعلیٰ خاندان کے بھی ہوتے ہیں۔ آپ سب صاحب یقین کرتے ہوں گے اور میں کہتا ہوں کہ یقین کرتے ہوں گے کہ جو ادنیٰ خاندان کے لوگ ہیں وہ ملک یا

گورنمنٹ کے لیے مفید نہیں ہیں۔ اور اعلیٰ خاندان والے رئیسوں کی عزت کرتے ہیں اور اچھا برتاؤ کرتے ہیں اور انگلش قوم کی عزت اور برٹش گورنمنٹ کے انصاف کا نقش لوگوں کے دلوں پر جاتے ہیں اور ملک اور گورنمنٹ کے لیے مفید ہیں۔ لیکن انگلستان سے جو آتے ہیں، وہ ہماری آنکھ سے اتنی دور ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ لارڈ کے بیٹے ہیں یا ڈیوک کے یا ایک درزی کے (چیئرز)، اور اس سبب سے یہ امر کہ ہم پر ایک ادنیٰ آدمی حکومت کرتا ہے، ہماری آنکھ سے چھپا ہوا رہتا ہے۔ لیکن ہندوستان میں یہ خیال نہیں ہے۔ ہندوستان کی شریف قومیں ہندوستان کے ادنیٰ درجے کے شخص کو، جس کی جڑ بنیاد سے وہ واقف ہیں، اپنی جان و مال پر حاکم ہونا پسند نہیں کریں گے (چیئرز)۔

اس امر سے قطع نظر کرو اور اس بات کو دیکھو کہ کسی ملک میں کمپیٹیشن کے امتحان کے جاری کرنے کا اصول کیا ہے؟ اور پھر ہم کو اس پر خیال کرنا ہے کہ ہمارا ملک اس کے لیے تیار ہے یا نہیں؟ یہ کچھ بہت باریک مسئلہ پولٹیکل اکانمی کا نہیں ہے۔ ہر شخص اس اصول کو سمجھ سکتا ہے کہ سب سے اول وہ ملک کمپیٹیشن کے امتحان کے لیے مناسب ہے، جس ملک میں ایک قوم بستی ہے اور تمام لوگ موچی سے لے کر ڈیوک تک ایک قوم کے ہیں۔ اُن میں کمپیٹیشن کا امتحان جاری کرنا کچھ مشکلات پیدا نہیں کرتا۔ کیوں کہ کوئی مستغیث بنے، کسی یا حاکم بنے شخص کو اُس سے ناراضی نہیں ہو سکتی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ گو اس ملک میں مختلف قومیں بستی ہوں، لیکن وہ قومیں آپس میں مل کر بمنزلہ ایک قوم کے ہوگئی ہیں، جیسے انگلینڈ اور اسکاٹ لینڈ۔ یہ دونوں مختلف قومیں ہیں۔ بڑی بڑی لڑائیاں آپس میں ہوئی ہیں اور بہت

بہادری طرفین نے دکھائی ہے - لیکن وہ زمانہ جاتا رہا اور اب
کوئی نہیں کہہ سکتا کہ انگلینڈ اور اسکاٹ لینڈ کے رہنے والے بمنزلہ
ایک قوم کے نہیں ہیں - مگر ہمارے ملک کی ، جس میں مختلف قومیں
آباد ہیں ، یہ حالت نہیں ہے - ایک طرف ہندو ، دوسری طرف مسلمان
اور تیسری طرف پارسی ہیں - ہندوؤں میں بھی ہمارے ملک کے ہندو
اور مشرقی ملک کے بنگالی اور دکنی ملک کے مرہٹہ ایک نہیں ہیں -
اگر آپ کے نزدیک یہ سچ ہے کہ یہ قومیں ایسی ہی آپس میں مل
گئی ہیں کہ سب کو ایک قوم سمجھ لیا جائے ، تو بلا شبہ میں
ضرور کہوں گا کہ ہندوستان میں کمپیٹیشن کا امتحان ہونا چاہیے -
اور اگر یہ نہیں ہے تو ہمارا ملک کمپیٹیشن کے امتحان کے قابل نہیں
ہے - تیسری صورت کمپیٹیشن کے امتحان کی یہ ہے کہ گو ایک
ملک میں مختلف قومیں رہتی ہوں لیکن باعتبار لیاقت ، تعلیم اور دولت
کے برابر ہوں اور ہر ایک قوم کو موقع اس کا مل سکتا ہو کہ
وہ اس امتحان سے برابر کا فائدہ اٹھا سکتے ہیں ، گو کہ وہ کبھی نہ
اٹھاویں ، لیکن موقع ہو - اب یہ سوال ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم
اور تربیت اور لٹریچر میں اُن کا علم ، جو گورنمنٹ کے اعلیٰ عہدوں
کے لیے ضروری ہے ، اس درجے پر پہنچ گیا ہے کہ ہندوؤں کے مساوی
ہو ؟ نہیں ، ہرگز نہیں - اب میں مسلمانوں اور اپنے ملک کے ہندوؤں
کو اکٹھا کرکے پوچھتا ہوں کہ بنگالیوں سے دونوں برابری کر سکتے
ہیں ؟ ہرگز نہیں - جب یہ صورت ہے تو کیوں کر اس ملک میں
مقابلے کا امتحان جاری ہو سکتا ہے ؟ (چیئرز) - اگر یہ امتحان مقابلہ
جاری ہو تو غور کرنا چاہیے کہ ملک کا کیا نتیجہ ہوگا - تمام
قومیں نہ صرف مسلمان بلکہ تمام ہندو اس ملک کے معزز راجہ اور بہادر
راجپوت جن کو اپنے باپوں کی تلواریں یاد ہیں ، ایک بنگالی (کو) جو

چھری کو دیکھ کر کرسی کے نیچے گر پڑے گا ، (چیئرز) اپنے پر
حاکم دیکھیں گے ؟ کوئی ٹکڑا ملک کا اس قابل نہیں رہے گا کہ
سوائے بنگالیوں کے اور کسی کی صورت حکومت یا عدالت کی میز
پر دکھائی دے - ہم کہتے ہیں کہ ہم خوش ہیں کہ ہمارے بھائی بنگالی
ہی ترقی کریں - لیکن سوال یہ ہے کہ ملک کے انتظام کا کیا حال
ہوگا ؟ کیا آپ کے نزدیک راجپوت اور پُرجوش پٹھان ، جو پھانسی
یا پولیس کی تلوار یا فوج کی سنگین سے نہیں ڈرتے ، وہ بنگالی کے
نیچے امن میں رہ سکتے ہیں (چیئرز) - پس مقابلے کا امتحان نہ صرف
ملک کی کسی خاص قوم کے لیے مضر ہے بلکہ امن کے لیے بھی
مضر ہے (چیئرز) - یہ اُن کی ایک درخواست ہے جس کا میں نے
اوپر ذکر کیا - پس اگر کسی شخص شریف کو ، رئیس کو ، اوسط
درجے کے آدمی کو ، اچھے خاندان والے کو ، جس کو خدا نے
عزت دی ہے ، اگر اس کو قبول کرے کہ بنگالیوں کی حکومت
سہے ، جوتیاں کھائے ، تو بسم اللہ - ریل پر سوار ہو اور چلے
مدراس ، چلے مدراس (چیئرز) - اور اگر سمجھتے ہو کہ ملک کی
حالت اور عزت اس سے برباد ہونے والی ہے تو بھائیو ! اپنے گھر
میں بیٹھو اور گورنمنٹ سے اپنی حالت کہو اور جو تمھاری خواہش
ہو سہولیت اور ادب سے اس کو پیش کرو (چیئرز) -

دوسری درخواست جو اُن کی طرف سے ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ
وائسرائے کی کونسل میں رعایا کی طرف سے اور رعایا کے انتخاب
سے ممبر مقرر ہوں - وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح لنڈن میں ہاؤس آف
کامنس اور ہاؤس آف لارڈز ہے ، اسی طرح ہندوستان میں بھی اس کی
نقل بنائی جاوے ، اور جو الیکشن سے مقرر ہوں وہ بطور ہاؤس آف
کامنس کے ہوں اور جو ممبر گورنمنٹ کے ملازم ہیں مع وائسرائے کے ،

بطور ہاؤس آف لارڈز کے ہوں - ولایت میں پارلیمنٹ کا یہ اصول ہے کہ کوئی قانون جاری نہیں ہو سکتا جب تک ہاؤس آف کامنس اور ہاؤس آف لارڈز دونوں متفق ہو کر اس کو منظور نہ کریں - اب سب سے پہلے یہ فرض کیجیے کہ وائسرائے کی کونسل اس قاعدے سے ہو جس کی خواہش ہے - یعنی اس میں رعایا کے انتخاب سے ممبر مقرر ہوں اور انتخاب کی صورت یوں فرض کیجیے کہ تمام مسلمان ایک مسلمان کے ممبر ہونے کے لیے ووٹ دیں اور ایک ہندو کے لیے کل ہندو ووٹ دیں ، اور گنیے کہ مسلمان کے کتنے ووٹ ہوئے اور ہندو ممبر کے کتنے - یقینی ہندو ممبر کے چوگنے ووٹ ہوں گے ، کیوں کہ وہ آبادی میں مسلمانوں سے چوگنے ہیں - پس میتھے میٹکس کے ثبوت سے ایک ووٹ مسلمان ممبر کے لیے ہوگا اور چار ووٹ ہندو ممبر کے لیے - پس مسلمانوں کا ٹھکانا ہندوؤں کے مقابل کہاں رہے گا ؟ اور جوئے کے اصول کے مطابق چار پانسے ہندوؤں کے لیے اور ایک پانسہ ہمارے لیے ہوگا -

دوسری صورت انتخاب کی یہ فرض کیجیے کہ انتخاب کے لیے الیکٹر مقرر کریں - اُن کے تقرر کے لیے ضرور ہوگا کہ کوئی حد مقرر کی جاوے کہ اس درجے کی آمدنی کے لوگ الیکٹر ہوں گے - اور جب حد مقرر کریں گے تو دیکھیں گے کہ ان کے پاس جائداد کتنی ہے اور سالانہ آمدنی کیا ہے - ہم پوچھتے ہیں کہ اے مسلمانو! تم اپنی قسمت کو روؤ کہ تمھارے پاس ایسی جائداد اور دولت ہے جو ملک کے ہندوؤں کے پاس ہے ؟ ہرگز نہیں - اگر فرضاً یہ درجہ مقرر ہو کہ پانچ ہزار روپے کی آمدنی والے الیکٹر مقرر ہوں تو بتلاؤ کہ کتنے مسلمان نکلیں گے ؟ جن کی آمدنی اس قدر ہو اور کس کے حق میں ووٹ دینے والے زیادہ ہوں گے ؟ ہندو ممبر کے لیے یا مسلمان ممبر

کے لیے ؟ اور کس کے ووٹ زیادہ ہوں گے ؟ کسی کی قسمت سے چھینکا ٹوٹ پڑے تو اس کی بات دوسری ہے ، لیکن عقلی قاعدے سے کسی ایک مسلمان کو بھی موقع نہ ملے گا کہ وائسرائے کی کونسل کا ممبر ہو سکے - پس کل وائسرائے کی کونسل میں بابو فلاں متر ، بابو فلاں گھوش اور بابو فلاں چکرورتی کے سوائے نہیں ہوگا (چیئرز) - پس کیا حال ہوگا ہمارے ملک کے ہندوؤں کا جن کی حالت گو مسلمانوں کی حالت سے اچھی ہے اور گو چند کی حالت زیادہ اچھی ہے ، لیکن عموماً ان کی حالت بھی ایک ہی سی ہے ؟ کیا حالت ہوگی اُن راجپوتوں کی جن کے باپ دادا کی تلواروں سے اب تک خون دھویا نہیں گیا ہے ؟ اور ایسی حالت میں ملک کے امن کا کیا حال ہوگا ؟ کیا یہ توقع ہے کہ ہم اور ہمارے بہادر بھائی راجپوت خاموش بیٹھے رہیں گے ؟

اب ہم ایک تیسری صورت انتخاب کی پیش کریں گے اور قید لگائیں گے کہ وایسرائے کی کونسل میں ایک تعداد مناسب سے ہندو ہوں اور ایک تعداد مناسب سے مسلمان - ہم حیران ہوں گے کہ کس مناسبت سے یہ تعداد ہو - لازماً مردم شماری کی مناسبت سے - پس اس حساب سے ایک ممبر ہماری طرف سے ہوگا تو چار ہندوؤں کی طرف سے - اور اس کے سوا کوئی صورت مناسبت کی قائم نہیں ہو سکتی - پس ایسی حالت میں ایک ووٹ ہمارا ہوگا اور چار ووٹ ان کے ہوں گے -

اب ہم ایک چوتھی صورت انتخاب کی پیش کرتے ہیں اور اس مناسبت سے قطع نظر کر کے یہ قرار دیتے ہیں کہ وائسرائے کی کونسل میں ایک معیّن تعداد سے ہندو و مسلمان ممبر ہوں - ہندو ممبر کو ہندو منتخب کریں اور مسلمان ممبر کو مسلمان - اور یہ بھی فرض

کرتے ہیں کہ دونوں کی تعداد مساوی ہو - مگر آپ مجھ کو معاف کریں اگر میں دل سوزی سے کچھ کہوں ؛ تمام قوم میں ایک مسلمان بھی نہ نکلے گا جو وائسرائے کی کونسل میں بہ مقابلہ ہندوؤں کے کام کرنے کے قابل ہو - میں نے چار برس کونسل میں کام کیا ہے اور ہمیشہ یہ سمجھا ہے کہ مجھ سا ذلیل اور نالائق اور مجھ سے زیادہ بد تر کوئی ممبر نہیں ہو سکتا (نہیں ، نہیں ، نہیں) - اُن لوگوں کو بھی مجھے بتلاؤ جو منتخب ہو کر اپنا کاروبار چھوڑ کر روپیہ خرچ کر کے کلکتے اور شملے میں حاضر ہوں گے اور تمام اخراجات اپنی ذات سے یا ملک کے چندے سے برداشت کریں گے ، اور سفر کی تکالیف علٰحدہ ہوں گی - مجھے بتاؤ کہ ہماری قوم میں کون ہے ؟ اودھ ، پنجاب اور ممالکِ مغربی میں جو قوم پر اور قوم کے کام پر اپنا روپیہ فدا کرے گا ، کاروبار چھوڑے گا اور وائسرائے کی کونسل میں گفتگو کرے گا ؟ جب یہ حال تمھاری قوم کا ہے تو آیا مناسب ہے کہ تم ایسے امور میں شامل ہو ، اور اس بے ہودہ خیال سے کہ اگر یہ درخواستیں منظور ہو جاویں گی تو ہندوستان کی تمام قومیں اُن سے فائدہ اُٹھاویں گی - اپنی حالت کو نظروں سے گرا دو اور آئندہ کے نتائج سوچے بغیر چلّاتے پھرو کہ چلو مدراس چلو مدراس (چیئرز) - ہرگز مناسب نہیں ہے -

علاوہ اس کے ایک اور امر خیال کے قابل ہے اور وہ یہ ہے کہ میں فرض کرتا ہوں کہ میرا کوئی ہم قوم وائسرائے کی کرسی پر بیٹھا ہے اور ملکۂ معظمہ نے اس کو اپنا نائب مقرر کر کے ہندوستان کی حکومت کا اختیار دیا ہے - آیا وہ شخص ایسی درخواستوں کو ملک کی حالت اور حکومت کو مضبوط و قائم رکھنے کی نظر سے منظور کر سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں - پھر کیا غلط خیال ہے کہ برٹش

گورنمنٹ اُن درخواستوں کو منظور کرے گی - نتیجہ ان ناشدنی اور ناممکن درخواستوں کا بجز اس کے کچھ نہیں کہ ایک بے ہودہ بات سے تمام لوگوں کے دلوں کو گورنمنٹ سے ناراض کریں اور تمام لوگوں کو یقین دلائیں کہ گورنمنٹ ہم پر ظالمانہ حکومت کرتی ہے اور ہم جو کچھ مانگتے ہیں ، نہیں دیتی - اور اس سے لوگوں میں ناراضی اور جوش پھیلائیں اور ملک میں بد امنی ہو - ہر شخص خوب جانتا ہوگا کہ بنگالیوں کا ایجی ٹیشن تمام ہندوستان کا ایجی ٹیشن نہیں ہے - اور اگر فرض کیا جاوے کہ تمام ہندوستان کا ایجی ٹیشن ہے - اور کل قومیں اُن سے متفق ہو گئی ہیں تو کیا گورنمنٹ ایسی ضعیف ہے کہ دبا نہیں سکتی ؟ اور کیا سب کے غل مچانے سے گورنمنٹ دب جائے گی ؟ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ غدر میں کیا حالت تھی ؟ نہایت مشکل وقت تھا - اُس کی فوج بگڑ گئی تھی - چند بدمعاش ساتھ ہو گئے تھے اور گورنمنٹ نے اپنی غلطی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ رعایا باغی ہے - اور میں وہ شخص ہوں کہ جس نے گورنمنٹ کی اس غلطی کا مقابلہ کیا - اور اس وقت جب گورنمنٹ کے اہل کار پھانسیاں دیتے تھے ، میں نے رسالہ چھاپا اور گورنمنٹ سے کہا کہ رعایا کو باغی سمجھنا بالکل نادانی ہے - لیکن بہ ایں ہمہ گورنمنٹ کا بغاوت نے کیا کر لیا ؟ ایک گورا ولایت سے ہندوستان میں قدم نہیں رکھنے پایا تھا کہ اُس سرے سے اس سرے تک صاف ہو گیا اور امن ہو گیا - پس کیا اس سے فائدہ ملک کا مقصود ہے ؟ اور کیا کوئی انقلاب ہم سلطنت میں پیدا کر سکتے ہیں ؟ بجز بے ہودہ غل کرنے کے اور گورنمنٹ کے مشکوک کرنے کے ، اور جو صفائی ہے یا ہوتی جاتی ہے اس کو مکدّر کرنے کے ، اور اُس وقت کو جو اب سے تیس اُنتیس برس پیشتر تھا ، پھر لانے کے - میں عرض کرتا ہوں کہ ہم

آپس میں مل کر اور گورنمنٹ سے ناراضی پھیلا کر کچھ کر لیں گے ؟
لوگ آئرلینڈ کی مثال دیتے ہیں - میں اس کو فرض کر لیتا ہوں اور
اس کی بحث ہی نہیں کرتا کہ آئرلینڈ کی ناراضی واجبی ہے یا
ناواجبی - یہ دکھلاتا ہوں کہ اس وقت ہزار ہا آدمی آئرلینڈ کا
تلواروں سے جان دینے کو مستعد ہے - بڑے بڑے آدمی جو اس کے
طرف دار ہیں ، نہ قید سے ڈرتے ہیں اور نہ پولیس کی سنگینوں سے -
ذرا مجھ کو بھی مہربانی سے ہندوستان میں دس آدمی نکال دیجیے ، جو
سنگینوں کے سامنے آنا قبول کریں - جب یہ نہیں ہے تو کیسا یہ
غل ہے ، اور کیا مناسب ہے کہ ہم لوگ اس میں شریک ہوں ؟
ہماری حالت اور گورنمنٹ کی حالت انصاف سے غور کر کے دیکھنی
چاہیے - اگر کچھ بد خیالات ہماری طرف گورنمنٹ کے ہوں تو میں
نہایت زور سے کہتا ہوں کہ محض غلط ہیں - لیکن اسی کے ساتھ
اتفاقاً یہ بھی کہتا ہوں کہ ہونے چاہییں - میں مکرّر کہتا ہوں کہ
گورنمنٹ کی نادانی اور نالائقی ہوگی اگر کوئی بدخواہی کا خیال
ہماری طرف رکھتی ہو - میں کہتا ہوں کہ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ
گورنمنٹ ایسا خیال کر سکتی ہے یا نہیں ؟ یعنی اس کو موقع ہماری
طرف سے کسی بدگمانی کا ہے یا نہیں ؟ میں جواب دوں گا کہ ضرور
ہے - ہم کون ہیں ؟ ہم وہ ہیں جنھوں نے چھ سات سو برس ہندوستان
پر شاہنشاہی کی (چیئرز) - ہم وہ ہیں کہ ہمارے ہاتھ سے گورنمنٹ نے
ملک چھینا - کیا وجہ ہے کہ گورنمنٹ کو ہماری طرف سے اس کا
خیال نہ ہو ؟ کیا گورنمنٹ نادانی سے سمجھ لے کہ ہم ستتر برس
میں تمام اپنی شان و شہنشاہی کو بھول گئے ہیں ؟ گو یہ خیال ہماری
طرف سے اگر گورنمنٹ کو ہو تو غلط ہے ، لیکن گورنمنٹ کو بے شبہ
ایسے خیال کا موقع ہے - ہم نہ مچھلی کھاتے ہیں ، نہ اس سے ڈرتے

ہیں کہ چھری کاٹنے سے کھانے میں انگلی کٹ جائے گی (چیئرز) -
ہماری قوم اس خون کی ہے کہ جس نے نہ صرف عرب کو بلکہ تمام
ایشیا اور یورپ کو لرزا دیا تھا - ہماری ہی قوم ہے کہ جس نے تمام
ہندوستان کو ، جس میں ایک مذہب کے لوگ آباد تھے ، اپنی تلوار
سے فتح کیا (چیئرز) - میں پھر کہتا ہوں کہ اگر گورنمنٹ کو ہماری
طرف کچھ خیال ہو تو بالکل غلط ہے - لیکن انصاف سے دیکھو کہ
اس کو ہماری طرف ایک قسم کے خیال کرنے کا موقع ہے - کیا ایک
دانا منتظم اس واقعے کو جس کو تھوڑے برس ہوئے بھول جاوے گا ؟
ہرگز نہیں بھول سکتا - اس وقت اگر مسلمان بھی ناواجب اور بے جا
باتوں میں جو ناممکن ہیں اور ملک اور قوم کے لیے بھی مضر ہیں ، شریک
ہو جائیں تو کیا نتیجہ ہوگا ؟ اگر گورنمنٹ عقل مند ہے اور لارڈ ڈفرن
دانا وائسرائے ہے تو اس کو اس وقت یہ خیال نہیں ہوگا کہ یہ شورش
مثل بنگالیوں کی شورش کے ہے - بلکہ اس کو ضرور ہوگا کہ وہ ان کو
درست کر دے - اگر میں وائسرائے ہوتا اور میری ہی قوم اس طرح
کرتی ، تو سب سے پہلے انھی کو سمجھا دیتا کہ تم کس خیال
میں ہو - ہم کو ایسی راہ چلنی چاہیے کہ اگر بالفرض گورنمنٹ کو
ہماری طرف سے کچھ خیال ہو تو اس کو دور کریں اور آپس میں
دوستی پیدا کریں اور جو کچھ مانگیں دوستی سے مانگیں - اور اگر
کچھ کدورت ہے تو اس کو صاف کریں - اس وقت مجھ کو امید
ہے کہ ہمارے شمال و مغرب اور اودھ کے کچھ پٹھان یہاں موجود
ہوں گے ، اور کیا عجب ہے کہ ہندو راجپوت بھی موجود ہوں -
ہمارے دوست یوسف شاہ پنجاب کے بیٹھے ہیں اور پنجاب کے لوگوں
کا اور وہاں کے سکھوں اور پٹھانوں اور مسلمانوں کا خوب حال جانتے
ہیں - فرض کیا جاوے کہ جو جوش بنگالہ میں پیدا ہوا ہے اور میں

سمجھتا ہوں کہ اس سے کوئی ڈر نہیں ہے - لیکن وہی جوش ان ملکوں میں اور راجپوتوں میں یا پشاور کے پٹھانوں میں پیدا کر دو تو وہ لوگ کیا صرف قلم کی گھس گھس اور زبانی بک بک پر بس کریں گے ؟ اس وقت گورنمنٹ کو یہ کرنا ہوگا کہ فوج بھیجے اور سنگین سے بتلاوے کہ ان کی اس شورش کا کیا علاج ہے - میں اپنی رائے بیان کرتا ہوں کہ جس وقت گورنمنٹ کو یہ معلوم ہوگا کہ بے جا شورش مسلمانوں اور بہادر قوموں میں بھی آئی ، اُس وقت اُس کو ضرور ایک قانون پاس کرنا ہوگا اور جیل خانے بھریں گے - اے بھائیو ! اے میرے جگر گوشو ! یہ حال گورنمنٹ کا اور تمھارا ہے - تم کو سیدھے طور پر رہنا چاہیے ، نہ اس طرح شور و غل سے کہ کتّوے جمع ہو گئے -

ایک اور لطیف بات ہے کہ ان لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ بجٹ ہندوستان کا ہمارے سامنے پیش ہو اور ہماری منظوری بھی لی جاوے - پولیٹکل خرچ کو ہمارے سامنے نہ آنے دو ، مگر فوج کے خرچ میں ہم سے رائے لو - اس قدر فوج کیوں رکھی ہے ؟ بمبئی و مدراس میں کیوں گورنر مقرر کیا ہے ؟ ان کو موقوف کرنا چاہیے - میں بھی رائے دوں گا کہ ضرور اُن کی سنی جاوے ، مگر یہ پوچھوں گا کہ صرف انھی میں سے نہیں بلکہ تمام ہندوستان میں سے کون بتا سکتا ہے کہ نئی قسم کی جو توپیں ایجاد ہوئی ہیں اُن کی دُم کدھر ہے اور منہ کدھر ہے ؟ کوئی بتا سکتا ہے کہ ایک فیر میں کیا خرچ ہوتا ہے ؟ کوئی شخص آرمی (فوج) کا حال جانتا ہے ؟ جس نے لڑائی کا میدان اور اولوں کی طرح بہادر سپاہیوں کی لاشوں کا برسنا دیکھا ہے ، وہ جانتا ہے کہ فوج کے لیے کیا سامان ہم کو تیار کرنا چاہیے - پھر اگر اس حالت میں کوئی مسلمان کونسل میں بیٹھے یا

اس قوم کا کوئی شخص جس کی نسبت میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ بنگالی اپنی تعلیم کی وجہ سے تمام قوموں کے سرتاج ہیں اور اپنی علمی طاقت سے ادنٰی درجے سے اعلٰی درجے پر پہنچ گئے ہیں ، وہ کیا صلاح دیں گے - آپ خیال کر سکتے ہیں کہ جس نے لڑائی کا میدان نہیں دیکھا اور نہ توپ کا منہ دیکھا ہے ، وہ کہتے ہیں کہ فوج کا بجٹ ہم تیار کریں گے -

اس سے بھی زیادہ لطیف ایک اور امر ہے کہ جس وقت بعض لوگوں نے اخبار میں آرٹیکل لکھے کہ رپریزینٹیٹو[1] گورنمنٹ کا ہندوستان میں قائم ہونا غیرممکن ہے ، اُن کے وجوہ بھی نہایت قوی تھے - تو ان لوگوں کو اپنی بلند پروازی سے نیچے اترنا پڑا اور یہ کہنا پڑا کہ ہم کو کونسل میں بیٹھنے دو ، چائیں چائیں کرنے دو ، چاہے ووٹ نہ لو - آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے اور اس نادانی کا کیا فائدہ ؟

ایک بڑی ہنسی کی بات ہے کہ اس پر زور دیا جاتا ہے کہ ہتھیاروں کا قانون منسوخ کیا جاوے اور ہندوستانی والنٹیر ہوں - فوجی اسکول ہندوستان میں قائم ہوں - مگر جانتے ہو کہ یہ کون قوم کرتی ہے ؟ اگر مسلمان اور راجپوت بھائی جن کے باپ دادا ہمیشہ تلوار باندھتے رہے ، اور گو اُن کی کمر سے کھل گئی ہے ، لیکن دل سے اب تک نہیں کھلی ، اگر ایسی درخواست کرتے تو مناسب بھی تھا - لیکن یہ کون قوم درخواست کرتی ہے ؟ میں خود طرف دار ہوں اور قبول کرتا ہوں کہ گورنمنٹ کی دو عظیم غلطیاں ہیں - ایک ہندوستانیوں کا اعتبار نہ کرنا اور والنٹیر ہونے کی اجازت نہ دینا -

---

۱ - Representative (مرتّب) -

دوسرے گورنمنٹ کی بہت بڑی غلطی سمجھتا ہوں جو اُن بہادر لوگوں کو ، جن کے باپ دادا لکھنے کا قلم استعمال نہیں کرتے تھے ، بلکہ دوسرے قلم کا کام کرتے تھے جس کی روشنائی سیاہی کی نہیں تھی ، بلکہ انسان کے جسم سے جو لال لال روشنائی نکلتی ہے ، وہ اُن کے لکھنے کی سیاہی تھی ، ان کو فوجی عہدے نہیں دیتی (چیئرز) ۔

اے بھائیو ! میں نے گورنمنٹ کو ایسے سخت لفظوں میں الزام دیا ہے لیکن وہ وقت آتا جاتا ہے کہ ہمارے بھائی پٹھان ، سادات ، ہاشمی اور قریشی جن کے خون میں ابراہیم کے خون کی بو آتی ہے ، وہ ایک دفعہ زرق برق کی وردیاں پہنے ہوئے کرنیل اور میجر بنے ہوئے فوج میں ہوں گے ۔ لیکن اُس وقت کا انتظار کرنا چاہیے ۔ ضرور گورنمنٹ متوجہ ہوگی ، بشرطیکہ تم اس کو مشکوک نہ ہونے دو ۔

اے بھائیو ! یہ اخیر الزام جو میں نے گورنمنٹ پر دیا ہے ، گورنمنٹ کو بھی ایک مجبوری ہے ۔ جب تک کہ وہ ہم پر ایسا ہی اطمینان نہ کر لے جیسا کہ اس کو ایک گورے پر ہے ، وہ ایسا نہیں کر سکتی ہے ۔ لیکن ہم کو ثابت کر دینا چاہیے کہ ہم پہلے جو تھے ، وہ زمانہ گیا گزرا ۔ اور اب گورنمنٹ کے ویسے ہی طرف دار ہیں جیسے کہ پہاڑی گورے ، جن کو بات کرنے کی بھی عقل نہیں ہے ۔ اور اُس وقت ہم کو دعویٰ کرنا چاہیے ۔ میں پوچھتا ہوں کہ لحظہ بھر کے لیے فرض کرو کہ تم نے یورپ کے کسی حصے کو فتح کیا اور وہاں کے حاکم ہو گئے ۔ میں پوچھتا ہوں کہ تم وہاں کے لوگوں پر ویسا ہی اعتبار کرو گے ؟ یہ تو ایک فرضی بات تھی ، جب تم نے ہندوستان فتح کیا تو خود تم نے کیا کیا ؟ کتنی صدیوں تک ایک ہندو کا نام بھی فہرست سپاہیوں میں نہیں تھا ۔ لیکن جب مغلیہ خاندان کا وقت آیا اور آپس میں ایک دوسرے پر اطمینان ہوا ،

یہی ہندو تھے جو فوج کے بڑے عہدوں پر مامور تھے ۔ انصاف کرو کہ گورنمنٹ کی عمل داری کو کے دن ہوئے ؟ غدر کو کے دن ہوئے ؟ اور وہ صدمہ جو گورنمنٹ کو پہنچا ، گو جاہلوں سے تھا اور رئیسوں سے نہ تھا ، اُس کو بتلائیے کہ کے دن ہوئے ؟ پس تم کو تامل کرنا چاہیے اور یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے حال میں مدراس پریسیڈنسی میں حکم دیا کہ ہندوستانی والنٹیر ہو سکتے ہیں ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حکم بھی قبل از وقت تھا ۔ لیکن یہ نشان ہے کہ جب اطمینان ہو جائے تو گورنمنٹ کو تمھیں بھی والنٹیر کرنے میں عذر نہیں ۔ اور جب ہم سیکھ جائیں گے تو وہ عہدے ملیں گے جو ہمارے باپ دادا کے خون کے تمغے تھے ۔ گورنمنٹ نے ایک قدم آگے بڑھایا ہے ۔ ہم ہندوستانیوں کو ملکی حکومت میں شامل کرنا چاہا ہے ۔ وہ زمانہ تھا لارڈ رپن کا (چیئرز) ۔ اتفاق سے اُس زمانے میں میں بھی کونسل کا ممبر تھا ۔ لارڈ رپن نہایت نیک دل اور نیک مزاج اور بہمہ صفت موصوف گورنر تھے ۔ لیکن افسوس اُن کا ہاتھ کمزور تھا ۔ اُن کے خیالات ریڈیکل لوگوں کے سے تھے ۔ اُس وقت لوکل بورڈ اور میونسپل بورڈ کا قانون پیش تھا اور اس کا منشا یہ تھا کہ سب لوگ الیکشن سے ممبر مقرر ہوں ۔ اے صاحبو ! میں کنسرویٹو نہیں ہوں ، میں بہت بڑا لبرل ہوں ۔ لیکن ان خیالات سے قوم کی بھلائی کو بھول جانا کسی عقل مند کا کام نہیں ہے ۔ جو شخص کہ اس طرح کے الیکشن کے برخلاف تھا وہ میں تھا ۔ اگر میں شیخی نہ کروں تو کہہ سکتا ہوں کہ لارڈ رپن کی رائے صرف میری ہی اسپیچ کے زور سے پھری کہ ایک ثلث کا تقرر گورنمنٹ کے ہاتھ میں رہا اور دو ثلث انتخاب (الیکشن) سے ۔ اب آپ خیال کریں کہ کیا حال انتخاب کا ہے ۔ کسی ضلعے میں ہندو

مسلمان برابر نہیں ہوتے ۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان ہندوؤں کو دبا دیں گے اور سلف گورنمنٹ کے مالک ہو جاویں گے ۔ ابھی کلکتے میں ایک بڑے بزرگ خاندانی ڈاڑھی والے مسلمان مجھ سے ملے اور کہا کہ ''غضب ہو گیا ، ہمارے شہر میں اٹھارہ ممبر منتخب ہونے والے تھے ، کوئی مسلمان منتخب نہیں ہوا ، سب ہندو ہوگئے ۔ اب گورنمنٹ سے کسی مسلمان کا مقرر ہونا چاہتا ہوں ۔ امید ہے کہ مجھ کو گورنمنٹ منتخب کر لے ۔'' یہی حال سب شہروں کا ہے ۔ علی گڑھ میں بھی اگر خاص قاعدہ مقرر نہ ہو جاتا تو کوئی مسلمان یہاں تک کہ ہمارے دوست مولوی خواجہ محمد یوسف بھی ، جو نہایت معزز ہیں ، بہ مشکل اپنے منتخب ہونے کے لیے ووٹ حاصل کر سکتے ، اور آخر کو گورنمنٹ کی طرف سے تقرر کے متوقع رہتے ۔ پس وہ راہ ہم کیونکر چل سکتے ہیں جس کے نہ ہم قابل ہیں نہ مالک ۔

اب مجھ میں طاقت نہیں ہے اور میں تھک گیا ہوں ۔ زیادہ نہیں کہہ سکتا ۔ لیکن اخیر کو بھی مجھے کچھ کہنا ہے کہ میرے دوست یہ نہ کہیں کہ ہم کو یہ نہ بتایا کہ ملک اور قوم کے لیے کیا بھلائی کی چیز ہے ؟ اور کس چیز سے وہ بھلائی کو پہنچ سکتے ہیں ؟ میری عمر ستر برس سے متجاوز ہو گئی ہے اور گو میں اپنی زندگی میں اپنی قوم کو اس درجے پر نہ دیکھ سکوں ، جس درجے پر دیکھنے کو میرا دل چاہتا ہے ۔ لیکن میرے دوست جو اس مجلس میں موجود ہیں ، ضرور اپنی قوم کو عزت اور خوش حالی اور بلند درجے پر دیکھیں گے ، اگر میری بتائی ہوئی بات مانیں گے ۔ دوستو ! یہ نہ کہنا کہ مجھ کو اس رنگریز کے مانند جس کو صرف امّوہ رنگنا آتا تھا ، امّوہ رنگ ہی بھاتا ہے ۔ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ جو چیز تم کو اعلیٰ درجے پر پہنچانے والی ہے ، وہ صرف ہائی ایجوکیشن

(اعلیٰ درجے کی تعلیم) ہے ۔ جب تک ہماری قوم میں ایسے لوگ پیدا نہ ہوں گے ، ہم ذلیل رہیں گے ، اوروں سے پست رہیں گے اور اس عزت کو نہ پہنچیں گے جس پر پہنچنے کا ہمارا دل چاہتا ہے ۔ یہ دل سوزی کی چند نصیحتیں ہیں جو میں نے تم کو کی ہیں ۔ مجھے اس کی پروا نہیں کہ کوئی مجھے دیوانہ کہے یا اور کچھ ۔ میرا فرض تھا کہ میرے نزدیک جو باتیں قوم کی بھلائی کی ہیں وہ اُن سے کہہ دوں اور اپنا فرض ادا کروں ۔ اور خدا کے سامنے جو قادرِ مطلق اور رحیم اور گناہوں کا بخشنے والا ہے ، اپنے ہاتھوں کو دھو دوں[1] ۔

۱۔ یہ پر زور لیکچر سرسید نے رات کے وقت دیا تھا ۔ جب وہ تقریر کرتے کرتے تھک گئے اور لیکچر ختم کر کے بیٹھ گئے تو فوراً ہی ایک صاحب مولوی ابرہیم حسین نے ، جو لکھنؤ کے نارمل سکول میں اورینٹل ٹیچر تھے ، فارسی زبان میں ایک قطعہ فی البدیہہ تصنیف کرکے اور سرسید کو مخاطب کر کے حاضرین کو سنایا ، جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے :

قطعہ

اے ناخدائے کشتیِ اسلامیانِ ہند
لطفِ تو باد شرطۂ طوفانیانِ ہند
زیں قندِ پارسی کہ زبانِ تو ریختہ
شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند
از مردماں دریغ دمِ عیسوی مدار
ذاتِ تو ہمچو جاں بہ جسد درمیانِ ہند

یہ لیکچر سرسید نے زبانی دیا تھا ، کوئی نوٹ یا اشارے بھی سرسید کے ہاتھ میں اس لیکچر کے متعلق نہیں تھے ۔ پس نہایت روانی کے ساتھ بولتے چلے گئے ۔ اس لیے یہ قیمتی ، اہم اور تاریخی لیکچر

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ)

ضائع ہو جاتا اگر منشی عزیز الدین احمد تحصیل دار مرزا پور نہایت تیزی اور سرعت سے اس کو ساتھ ساتھ نہ لکھتے جاتے ۔ منشی صاحب نے مزید احتیاط یہ کی کہ لیکچر کو صاف لکھ کر سرسید کو دکھا بھی لیا تھا ۔

یہ مہتمّم بالشان تقریر اسلامیانِ ہند کی طرف سے سب سے پہلی آواز تھی جو بڑے زور اور شدت سے ہندو کانگریس کے خلاف اٹھی ۔ سرسید آخر وقت تک انڈین نیشنل کانگریس کے سخت خلاف رہے اور مسلمانوں کو بڑی سختی سے اُس میں شامل ہونے سے روکتے رہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرسید کی نگاہ کس قدر دوربین اور عاقبت اندیش تھی ۔ مگر سینکڑوں بہت بڑے بڑے مسلمان اس رو میں بہہ گئے اور دل و جان سے کانگریس کے ساتھ ہوگئے ۔ مگر آخر بہت سے تلخ تجربوں کے بعد اُن پر یہ حقیقت ظاہر ہو گئی کہ کانگریس مسلمانوں کی دشمن ہے ۔ اور سرسید کی رائے اس معاملے میں بالکل صائب تھی ، جس پر مسلمانوں کے اکثر چوٹی کے رہنما کانگریس سے علیحدہ ہو گئے اور استخلاص وطن کے لیے اُنھوں نے بطورِ خود کوششیں کیں ۔ جس کے نتیجے میں پاکستان معرضِ وجود میں آیا ۔

اس عجیب و غریب لیکچر کے متعلق حضرت شمس العلما مولانا خواجہ الطاف حسین حالی اپنی کتاب "حیاتِ جاوید" میں حسب ذیل رائے کا اظہار فرماتے ہیں :

"۔ ۔ ۔ اس سے بھی زیادہ عجیب وہ پولیٹکل لیکچر تھا جو "نیشنل کانگریس" کے خلاف اُنھوں نے لکھنؤ میں دیا تھا ہم نے سنا ہے کہ اُس کا خیال اُن کو (صرف) چند گھنٹے پہلے ہوا تھا ۔ (مگر) باوجود اس کے وہ ایسا جامع اور مدلّل اور پُر زور تھا کہ اُس کے بعد ہزاروں تحریریں اور تقریریں اس باب میں اُس کے موافق اور مخالف ہوئیں مگر اُس کے آگے ہیچ تھیں ۔" (محمد اسماعیل)

☆ ☆ ☆

۶۱ ۔ سیاست اور ہم

(۱۶ مارچ ۱۸۸۸ع ، بمقام میرٹھ)

یہ دوسرا سیاسی لیکچر ہے جو سرسید نے یو ۔ پی کے مشہور شہر میرٹھ کے ایک جلسۂ عام میں دیا ۔ یہ سرسید کے مجموعۂ لیکچرز ، مرتّبہ مولوی امام الدین سے نقل کیا گیا ہے ۔ (محمد اسماعیل)

بزرگانِ من !

آج جس مطلب کو آپ صاحبوں کی خدمت میں عرض کرنے کو میں کھڑا ہوا ہوں ، میں مناسب سمجھتا ہوں کہ سب سے پہلے اس کا سبب بیان کروں ۔ آپ صاحبان کو معلوم ہے کہ مدت سے ہمارے بنگالی دوست پولیٹیکل معاملات میں نہایت گرم جوشی ظاہر کر رہے ہیں ۔ تین برس ہوئے کہ انھوں نے ایک بہت بڑی مجلس قائم کی ہے جس کا جابجا اجلاس ہوتا ہے اور انھوں نے اس کا نام نیشنل کانگریس رکھا ہے ۔ ہم کو اور ہماری قوم کو اس کی طرف کچھ خیال بھی نہ تھا ، بلکہ ہم نہایت خوش تھے کہ اگر ہمارے بنگالی دوستوں نے اپنی تعلیم اور لیاقت میں ایسی ترقی کر لی ہے کہ وہ ان چیزوں کے دعویٰ کرنے کے لائق ہو گئے ہیں جن کا وہ اب دعویٰ کرتے ہیں ، تو ہماری نہایت خوشی ہے کہ وہ اس میں کامیاب ہوں ۔ اگرچہ وہ تعلیم میں ہم سے زیادہ ہیں مگر ہم نے کبھی